

صاحب تجربہ اور معشوقوں کا مزاج دان ہونا اور معشوق کا بد عمدہ و جیلہ جو ہونا، یہ سب معنی اس سے سمجھ میں آتے ہیں۔

۵۔ شرح : خواجہ حاکمی فرماتے ہیں :

”اس شعر میں پہلے مصرع کے بعد اتنا جملہ محذوف ہے، ”پھر آج جو خلافِ عادت جام کی نوبت مجھ تک پہنچی ہے“ اس حذف نے شعر کا رتبہ بہت بلند کر دیا ہے۔ ایسا حذف جس پر قرینہ دلالت کرتا ہو اور جو الفاظ حذف کیے گئے ہیں، وہ بغیر ذکر کیے دونوں مصرعوں میں بول رہے ہوں، محسناتِ شعر میں شمار کیا جاتا ہے۔“

خود مرزا غالب تفتہ کو لکھتے ہیں۔

”اب جو دور مجھ تک آیا ہے تو میں ”ڈرتا ہوں“ یہ پورا جملہ مقدر ہے میرا فارسی دیوان جو دیکھے گا جانے گا کہ جملے کے جملے مقدر چھوڑ جاتا ہوں۔“

محبوب کی بزم میں پہلے تو دورِ جام کبھی نہیں آیا تھا، یعنی مجھے شراب نہیں پلائی گئی تھی۔ پھر آج جو خلافِ عادت مجھ پر نوازش ہوئی ہے کہیں ایسا تو نہیں ہوا کہ ساقی یعنی محبوب نے شراب میں کچھ ملا دیا ہو؟

مرزا نے خود نہیں بتایا کہ کیا ملا دیا؟ صرف اتنا کہا کہ ”کچھ ملا نہ دیا ہو“ یہاں بظاہر قرینہ زہر کا ہے، لیکن قرائن کا دروازہ کھلا ہوا ہے۔ جس شے کی آمیزش تصور میں آئے، وہی فرض کر لیجیے۔

۶۔ شعر میں دوست سے مراد محبوب ہے اور دشمن سے مراد رقیب۔

شرح : محبوب و فاکا منکر ہے۔ نہ خود اس نے کسی سے وفا کی اور نہ دوسروں کی وفا کا کبھی اسے یقین ہوا۔ اگر اس نے رقیب سے میل جول شروع کر دیا ہے تو میرے لیے بدگمانی کی کوئی وجہ نہیں۔ جب میں جانتا ہوں کہ وہ کسی کا بھی ہو کر نہیں رہ سکتا اور اسے کوئی فریب نہیں دے سکتا تو میرے لیے رقیب سے اس